تغییرِ جنس کا مسئلہ

﴿طبّی اور شرعی پہلو﴾

تحریر

فداءاللہ

رفیق شعبہ دارالتصنیف

جامعہ دارالعلوم کراچی

﴿تقریظ﴾

حضرت اقدس شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

اما بعد:
ملک میں ٹرانس جینڈر ایکٹ کے نفاذ کے بعد اس موضوع پر مختلف اطراف سے بحث ہو رہی ہے اور بہت سی غلط فہمیاں عام ہیں۔ بندہ کی خواہش پر مولانا فداء اللہ صاحب سلمہ رفیق دار التصنیف جو خود دار العلوم میں متخصص فی الافتاء بھی ہیں، اور میڈیکل سائنس بھی پڑھے ہوئے ہیں، یہ تحقیقی مقالہ لکھا ہے جس میں اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ اور ٹرانس جینڈر اور اس سے ملتی جلتی اصطلاحات کا فرق بھی واضح کیا ہے، اور جسے اصطلاح میں تبدیلی جنس کا آپریشن کہا جاتا ہے، اس کی مختلف قسموں کا حکم شرعی بھی دلائل کے ساتھ لکھا ہے۔ بندہ کو ان کی اس تحریر سے اتفاق ہے۔ البتہ دوسرے اہل علم و فتویٰ سے درخواست ہے کہ اس کو بنظر تحقیق مطالعہ فرما کر اپنی رائے بھی مطلع فرمائیں۔ واللہ ولی التوفیق۔

بندہ
[illegible]
۳۰-۳-۴۴

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

موضوع کا تعارف

بعض افراد ایسے ہوتے ہیں، جن کی جنسی شناخت "gender identity" ان کی اصل جنس کے خلاف ہوتی ہے، یعنی پیدائش کے وقت ظاہری اعضائے تناسل کے پیشِ نظر، ان کی جو جنس بتائی جاتی ہے، بعد میں داخلی احساسات کی وجہ سے وہ اپنی اس جنس کو قبول نہیں کرتے، اور اپنی جنس اس کے خلاف تصور کرتے ہیں۔ اس کیفیت سے دوچار لوگ ٹرانس جینڈر (transgender) کہلاتے ہیں۔ بعض ٹرانس جینڈر کسی وجہ سے نفسیاتی عارضے کا شکار ہو کر اس کیفیت میں مبتلاء ہو جاتے ہیں، اور وہ کسی بھی طرح اپنی جنس قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے، طبّی اصطلاح میں ٹرانس جینڈر کی اس نفسیاتی عارضے کو "Gender Dysphoria" یا "Gender Identity Disorder (GID" کہا جاتا ہے۔

اس سلسلے معروف امریکی ادارے American Psychiatric Association (APA) کی درج ذیل عبارت ملاحظہ فرمائیں:

> ''The term "transgender" refers to a person whose sex assigned at birth (i.e. the sex assigned at birth, usually based on external genitalia) does not align their gender identity (i.e., one's psychological sense of their gender). Some people who are transgender will experience **"gender dysphoria,"** which refers to psychological distress that results from an incongruence between one's sex assigned at birth and one's gender identity. Though gender dysphoria often begins in childhood, some people may not experience it until after puberty or much later.[1]''

آگے بڑھنے سے قبل یہاں "ٹرانس جینڈر" اور چند دیگر متعلقہ اصطلاحات اور مفردات کی وضاحت مناسب معلوم ہوتی ہے، کیونکہ بہت سے لوگ ان میں غلط فہمی کا شکار نظر آتے ہیں، لہذا ذیل میں ان اصطلاحات اور مفردات پر مختصر اروشنی ڈالی جاتی ہے۔

---

(1) Psychiatry.org - What is Gender Dysphoria?

ٹرانس جینڈر اور خنثی

ان میں بالخصوص ٹرانس جینڈر "transgender" اور "خنثی" (Intersex \ hermaphrodite) کے بارے میں زبردست غلط فہمی پائی جاتی ہے، بعض حضرات کا خیال ہے کہ ٹرانس جینڈر خنثی ہی کو کہتے ہیں، اور اس وجہ سے خنثی کے حقوق کے تحفظ کے نام پر ٹرانس جینڈر کی اصطلاح استعمال کر رہے ہیں۔ جبکہ دوسری طرف بعض حضرات اس کی تردید میں یہ کہتے ہیں کہ خنثی اور ٹرانس جینڈر بالکل دو مختلف چیزیں ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ کہ "ٹرانس جینڈر" اور "خنثی" نہ تو ایک دوسرے کے مترادف ہیں اور نہ ہی باہم متبائن یا متضاد، بلکہ "ٹرانس جینڈر" عام ہے اور "خنثی" خاص ہے، بالفاظ دیگر خنثی، ٹرانس جینڈر کا ایک فرد ہے۔ کیونکہ دراصل "ٹرانس جینڈر" ایک جامع اصطلاح (umbrella term) ہے، جس کے تحت خنثی اور غیر خنثی دونوں طرح کے افراد داخل ہیں۔

"خنثی" کی حقیقت پر تفصیلی کلام آگے آرہا ہے، یہاں صرف اتناذ کر دینا کافی ہے کہ خنثی وہ افراد کہلاتے ہیں جو پیدائشی طور پر ناقص جنس رکھتے ہیں اور مردانہ اور زنانہ دونوں طرح کی جنسی اعضاء اور علامات کے حامل ہوتے ہیں، جبکہ ٹرانس جینڈر کی تعریف ابھی گزر چکی کہ یہ وہ افراد ہوتے ہیں جن کی "جنسی شناخت" ان کی ظاہری جنس کے خلاف ہوتی ہے۔ اس تعریف سے ظاہر ہے کہ ناقص جنس والے افراد یعنی خنثی اور کامل جنس والے افراد، دونوں کو یہ حالت پیش آسکتی ہے۔ چانچہ بعض افراد داخلی نظام تولید کے اعتبار سے مکمل طور پر مرد یا عورت ہوتے ہیں، تاہم ان کے ظاہری اعضاء مشتبہ ہوتے ہیں، ایسی صورت میں بسا اوقات ایسے افراد ظاہری اعضاء سے معلوم ہونے والی جنس کو اپنی جنس خیال کرتے ہیں، جبکہ حقیقت میں ان کی جنس اس کے خلاف ہوتی ہے، چنانچہ بعد میں طبّی معائنے سے ان کو علم ہو جاتا ہے کہ ان کی اصل جنس وہ نہیں ہے، جو وہ سمجھ بیٹھے تھے۔ اب یہ صورت ہے تو خنثی کی، لیکن ساتھ میں ٹرانس جینڈڑ بھی ہے، کیونکہ یہاں جنس کی شناخت اصل جنس کے خلاف ہے۔

حاصل یہ ہے کہ "خنثی" اور "ٹرانس جینڈر" نہ تو ایک دوسرے کے مترادف ہیں اور نہ ہی ایک دوسرے کی ضد ہیں، بلکہ ٹرانس جینڈر عام ہے اور خنثی خاص ہے۔ اس وجہ سے "امریکی سائیکیاٹرک ایسوسی ایشن" نے بھی ٹرانس جینڈر کی اقسام پر کلام کرتے ہوئے، خنثی کو ان کے افراد میں شامل کیا ہے:

> ''Other categories of transgender people include androgynous, multigendered, gender nonconforming, third gender, and two-spirit people. Exact definitions of these terms vary from person to person and may change over time, but often include a sense of blending or alternating genders''

اس کی مزید تائید کے لیے اقوام متحدہ کی درج ذیل تصریح بھی ملاحظہ فرمائیے:

> ‘‘Gender identity refers to a person’s experience of their own gender. Transgender people have a gender identity that is different from the sex that they were assigned at birth. A transgender or trans person may identify as a man, woman, transman, transwoman, as a non-binary person, and with other terms such as hijra, third gender, two-spirit, travesti, fa’afafine, genderqueer, transpinoy, muxe, waria and meti.[1]’’

مخنث اور خواجہ سرا

بعض حضرات نے ’’ٹرانس جینڈر‘‘ کا ترجمہ ’’مخنث‘‘ سے کیا ہے، جبکہ بعض دیگر حضرات نے اس کا ترجمہ ’’خواجہ سرا‘‘ سے کیا ہے۔ حالانکہ ’’خنثی‘‘ کی طرح ’’خواجہ سرا‘‘ اور ’’مخنث‘‘ بھی ٹرانس جینڈر کے کلی مصداق نہیں ہیں، بلکہ دونوں اس کے دو الگ افراد ہیں۔ یعنی ’’ٹرانس جینڈر‘‘ عام ہے اور ’’مخنث‘‘ اور ’’خواجہ سرا‘‘ خاص ہیں، مخنث عربی لفظ ہے جبکہ خواجہ سرا اردو لفظ ہے۔ عربی میں ’’مخنث‘‘ ایسے مرد کو کہا جاتا ہے، جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتا ہے اور بتکلف زنانہ پن کا مظاہرہ کرتا ہے۔ چنانچہ جو مرد چال ڈھال میں زنانہ پن کا مظاہرہ کرتا ہے، اور اپنی آواز عورتوں کی طرح لوچ دار بناتا ہے، تو عربی میں کہا جاتا ہے، خنث الرجل و تخنث فی کلامه-[2]

جبکہ ’’خواجہ سرا‘‘، جس کو عربی میں ’’خصی‘‘ اور انگریزی میں ’’eunuch‘‘ کہا جاتا ہے، اس سے مراد وہ مرد ہے، جس کے خصیے اور اعضائے تناسل کاٹ ڈالے گیے ہوں، اردو میں اسے ’’ہیجڑا‘‘ اور ’’زنخا‘‘ بھی کہا جاتا ہے۔[3] بہر حال اس سے واضح ہوا کہ ٹرانس جینڈر ایک جامع اصطلاح ہے، اور خنثی، خواجہ سرا اور مخنث وغیرہ اس کے مختلف افراد ہیں۔

تغییر جنس کی شرعی حیثیت پر کلام سے پہلے یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ یہاں ٹرانس جینڈر کے افراد کو خنثی اور غیر خنثی میں تقسیم کیا جائے گا، کیونکہ اس کی باقی اقسام اور افراد پر گفتگو یہاں غیر متعلق ہے۔ اس حوالے سے یہ

---

(۱)https://www.unfe.org/wp-content/uploads/2017/05/UNFE-Transgender.pdf

(2) (وقد خنث) الرجل (كفرح) خنثا، فهو خنث.(وتخنث) في كلامه.وتخنث الرجل: فعل فعل المخنث.(تاج العروس (5/ 240))و خنَّثَ يُخنِّث، تخنيثًا، فهو مخنِّث، والمفعول مخنَّث، خنَّث فلانًا: صيَّره خَنِثًا، أظهره بمظهر النساء،

• خنَّث كلامَه: ألانه تشبُّها بكلام النِّساء "يُخنِّث حديثَه تملُّقًا وتذلُّلاً"(معجم اللغة العربية المعاصرة (1/ 700))

(3) فیروز اللغات، ص: ۱۴۶۰

واضح رہے کہ جنس کی تغییر کے عنوان سے رائج آپریشن دو طرح کے ٹرانس جینڈر کرواسکتے ہیں، ایک "خنثی" جو ناقص جنس رکھتے ہیں، جس کی مزید تفصیل آگے آرہی ہے، جبکہ دوسرے وہ افراد جو کامل جنس رکھتے ہیں، یعنی مکمل نر یا مکمل مادہ ہیں، تاہم کسی وجہ سے وہ جنس بدلنا چاہتے ہیں، اور اس کے لیے تغییر جنس کے عنوان سے رائج طبّی عمل سے خود کو گزارنا چاہتے ہیں۔

خنثی کی صورت میں تغییر جنس کے آپریشن کا مطالبہ چونکہ فی الوقع ایک حقیقی مرض کے علاج کے زمرے میں آتا ہے، اس لیے اس کی مختلف صورتوں کا شرعی حکم الگ الگ ہے۔ البتہ ایک کامل جنس والے انسان کی طرف سے اس آپریشن کا مطالبہ زیادہ سے زیادہ نفسیاتی عارضے کی وجہ سے ہوسکتا ہے، جیسا کہ "جینڈر ڈسفوریا" کے مریض اس کا مطالبہ کرتے ہیں کہ فی الوقع وہ کامل طور پر مرد یا عورت ہوتے ہیں، تاہم نفسیاتی الجھن کی وجہ سے وہ اپنی جنس بدلنے کے خواہاں ہوتے ہیں اور اس کے لیے تغییر جنس کا آپریشن کروانا چاہتے ہیں، اس صورت کا شرعی حکم بھی ظاہر ہے کہ مختلف ہے۔ ان دونوں صورتوں میں تغییر جنس کے آپریشن کا شرعی حکم آگے بیان کیا جائے گا۔

تغییر جنس کا آپریشن

اس سے قبل تغییر جنس کے عنوان سے رائج آپریشن کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے۔ تغییر جنس کے نام پر آج کل دو طرح کے طبّی عمل معروف ہیں، جو درج ذیل ہیں:

1۔ ہارمونز تھراپی(Hormones Therapy)

2۔ تغییرِ جنس کی سرجری(sex reassignment surgery)

ہارمونز تھراپی میں ہارمونز کا انجکشن لگوایا جاتا ہے، جو جسمانی علامات اور خصوصیات مثلاً آواز، بال اور سینے کے ابھار وغیرہ کو مطلوبہ جنس کے موافق بدل دیتے ہیں۔ دراصل مرد اور عورت، ہر جنس کے خاص ہارمونز ہوتے ہیں، یہ ہارمونز جنس کی تعیین اور جنسی و تولیدی اعضاء کی بناوٹ اور متعلقہ سرگرمیوں کی انجام دہی میں بنیادی اور کلیدی کردار ادا کرتے ہیں، مذکورہ ہارمونز "جنسی ہارمونز" کہلاتے ہیں۔ مرد کے جنسی ہارمونز "Testosterone" اور عورت کے جنسی ہارمونز "Estrogen" کہلاتے ہیں۔ انہی ہارمونز میں خلل کی وجہ سے انسان کی جنس بھی خلل کا شکار ہو جاتی ہے، اس کے جنسی اور تولیدی اعضاء اور جنسی رجحانات بھی خلط ملط ہوسکتے ہیں۔ ایسی صورت میں اس کو ایک ہی کامل جنس پر لانے کے لیے، مطلوبہ جنس کے ہارمونز، اس میں انجیکٹ کیے جاتے ہیں۔ ساتھ میں تغییر جنس کی سرجری کے ذریعے آپریشن کے عمل سے مطلوبہ جنس کے جنسی اعضاء بدل دیے جاتے ہیں۔

یہاں یہ واضح رہے کہ یہ آپریشن پیدائشی طور پر ناقص جنس والے انسان یعنی خنثیٰ بھی کرواتے ہیں، جس کے بعد وہ ایک کامل جنس والے انسان کی طرح جنسی سرگرمیاں سرانجام دینے کے قابل ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ آج کل اس آپریشن کے بعد خنثیٰ کے کامل مرد یا کامل عورت بننے کے واقعات بکثرت پیش آرہے ہیں۔ اسی طرح خنثیٰ کے علاوہ کامل جنس والے افراد، جو خود کو داخلی احساس کی بناء پر ان کی اصل جنس کے خلاف محسوس کرتے ہیں، وہ بھی خود کو اس مخالف جنس کے موافق ڈھالنے کے لیے یہ آپریشن کرواتے ہیں۔ اس دوسری صورت میں آپریشن کے ذریعے انسان کی جنس حقیقت میں نہیں بدلتی، بایں طور کہ ایک کامل مرد آپریشن کے ذریعے کامل عورت بن جائے اور اب حمل اور ولادت وغیرہ کی صلاحیت حاصل کر سکے۔ بلکہ محض ظاہری علامات اور جنسی اعضاء وغیرہ بدل دیے جاتے ہیں۔

تعیینِ جنس کا مسئلہ

شرعی نقطۂ نظر سے ان صورتوں میں تغییرِ جنس کے نام سے رائج آپریشن اختیار کرنا جائز ہے یا نہیں؟ آئندہ صفحات میں اس مسئلے کے شرعی حل پر گفتگو کی جائے گی، لیکن اس سے پہلے ایک اور مسئلہ حل طلب ہے، اور وہ ہے "تعیین جنس کا مسئلہ"۔ چونکہ تبدیلیٔ جنس کے عنوان سے رائج آپریشن کے جواز اور عدم جواز میں، تعیین جنس کے مسئلے کو بنیادی اہمیت حاصل ہے، اس لیے پہلے اس مسئلے پر گفتگو کی جاتی ہے، اور بعد ازاں اصل مسئلے کا شرعی حکم ذکر کیا جائے گا۔ اس مسئلے کی دو صورتیں ہیں، دونوں کو الگ الگ دیکھنا اور ان میں جنس کی تعیین پر کلام کرنا ضروری ہے۔

پہلی صورت

پہلی صورت یہ ہے کہ اگر ایک انسان داخلی تولیدی اعضاء اور خارجی جنسی اعضاء اور جسمانی علامات کے اعتبار سے کامل طور پر ایک ہی جنس کا ہو، مثلاً: کامل طور پر نر یا کامل طور پر مادہ ہو، تاہم وہ کسی وجہ سے داخلی احساسات کی بناء پر خود کو اس کے خلاف تصور کرتا ہو، یعنی جسمانی طور پر وہ کامل مرد ہے، لیکن داخلی احساسات کی وجہ سے وہ خود کو عورت سمجھتا ہے۔ یا جسمانی اعتبار سے وہ کامل عورت ہے، لیکن داخلی احساسات کی وجہ سے وہ خود کو مرد خیال کرتی ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ اس صورت میں اس کی جنس یعنی اس کے نر یا مادہ ہونے کا تعین کس بنیاد پر کیا جائے گا، اس کی جسمانی حالت کی بنیاد پر یا اس کے داخلی احساسات کی بنیاد پر؟ چونکہ آج کل اول الذکر کو سیکس "sex" اور ثانی الذکر کو جینڈر "gender" سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس لیے یوں کہیے کہ مذکورہ صورت میں جنس کی تعیین سیکس کی بنیاد پر کی جائے گی یا جینڈر کی بنیاد پر؟

شرعی، عقلی اور طبّی تینوں نقطہ ہائے نظر کی رو سے مذکورہ صورت میں انسان کی جنس اس کی ظاہری اور جسمانی اعضاء اور علامات کی بنیاد پر متعین کی جائے گی، نہ کہ اس کے داخلی احساسات کی بنیاد پر۔ اور ان تینوں نقطہ ہائے نظر سے یہ بات بالکل ظاہر باہر ہے۔ جبکہ دوسری طرف افسوس ہے کہ مغربی دنیا خود ساختہ ''حقوق انسانیت'' کی بنیاد پر یہاں بھی یہ قرار دیتی ہے کہ انسان کا اپنی جنس کے بارے میں فیصلہ اس کا ذاتی حق ہے، لہذا اگر وہ عورت ہے، لیکن ذاتی احساس پر وہ خود کو مرد تصور کرتی ہے، یا اس کا عکس ہے، تو یہ اس کا حق ہے، کسی دوسرے کو اس کی جنس کی تعیین میں مداخلت کا کوئی حق نہیں ہے۔ اور بات صرف یہاں تک محدود نہیں ہے، آگے یہ بھی ضروری ہے کہ اس اندورنی احساس کی بنیاد پر اختیار کردہ جنس کو تسلیم بھی کیا جائے گا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ سوسائٹی میں اسے اسی جنس کے ساتھ قبول کیا جائے گا، جو وہ محسوس کر رہا ہے، اسی طرح ہر سطح پر اس کو اسی جنس کے مطابق حقوق دیے جائیں گے، مغرب کے خود ساختہ ''فلسفہ حقوق'' کی رو سے اس کو یوں بیان کیا جاتا ہے کہ اس جنس کی بنیاد پر اس کے ساتھ امتیازی سلوک روا نہیں رکھا جائے گا۔ چنانچہ اس کی بدولت ایک حقیقی اور کامل مرد خود کو ذاتی احساس پر عورت قرار دے کر کسی مرد سے نکاح کا حق دار ہے، اسی طرح میراث اور دیگر معاملات میں اس کو عورت قرار دیا جائے گا، اور اس کے مطابق اس کو حقوق دیے جائیں گے۔

عقلی اعتبار سے اس نامعقول جنسیت کا بطلان اتنا واضح ہے کہ اس پر عقلی دلائل قائم کرنا خود ایک غیر معقول اور غیر سنجیدہ کام ہے۔ اس نامعقول فلسفے کی رو سے ایک عام آدمی کو بیٹھے بٹھائے کسی وجہ سے یہ خیال آئے کہ میں اپنے ملک کا صدر یا وزیر اعظم ہوں، تو ظاہر ہے اسے ذہنی مریض یا نفسیاتی بیمار قرار دیا جائے گا نہ کہ اس نامعقولیت کو اس کا ذاتی حق سمجھا جائے گا۔ اس کے جواب میں یہ کہنا کافی نہیں ہوگا کہ ذاتی احساس پر مبنی جنس کی تعیین فرد کا ذاتی مسئلہ ہے، یہ جواب اس لیے کافی نہیں کہ یہ مسئلہ اس کی ذات تک محدود نہیں ہے بلکہ آگے سوسائٹی اور ریاست پر لازم کر دیا گیا ہے کہ اسے فرد کی اس خود ساختہ جنس کو تسلیم کیا جائے گا اور اس کے ساتھ اسی کو پیش نظر رکھ کر برتاؤ کیا جائے گا۔ بہر حال ذاتی احساس کی بنیاد پر جنس کی تعیین کا مسئلہ جن سماجی، اخلاقی اور عقلی مفاسد پر مشتمل ہے، اس کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں ہے، یہاں اس کی طرف محض اشارہ مقصود ہے۔

شریعت مطہرہ کی نظر میں ذاتی احساس کی بنیاد پر جنس تبدیل کرنا یا خود کو دوسری جنس کی طرف منسوب کرنا تو درکنار، محض مخالف جنس کی ظاہری مشابہت کو بھی موجبِ لعنت قرار دیا گیا ہے، اور مرد اور عورت کے تشخصات کو برقرار رکھنے کا سختی سے حکم دیا گیا ہے، چنانچہ حدیث شریف میں رسول اللہ ﷺ نے مردوں سے مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔

عن ابن عباس، قال: «لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم، المخنثين من الرجال [ص:144]، والمترجلات من النساء» قال: فقلت: ما المترجلات من النساء؟ قال: «المتشبهات من النساء بالرجال»[1]

اس مسئلے کا شرعی اور طبّی پہلو دوسری صورت میں مزید واضح ہو جائے گا۔

دوسری صورت

تعیین جنس کے مسئلے کی دوسری صورت یہ ہے کہ داخلی نظام تولید اور ظاہری جنسی اعضاء کے درمیان اشتباہ کی صورت میں انسان کی جنس کی تعیین کیسے کی جائے گی؟یعنی اگر ایک انسان طبّی معائنے کے نتیجے میں اپنے داخلی نظام کے اعتبار سے مرد ہے، لیکن ظاہری جنسی اعضاء اور علامات کے اعتبار سے عورت کے مشابہہ ہے یا ظاہری علامات میں اشتباہ ہے، تو ایسی صورت میں اس کی جنس کا فیصلہ کس بنیاد پر کیا جائے گا، اس میں طبّی رپورٹ کے مطابق داخلی نظام تولید، کروموسومز اور ہارمونز کا اعتبار کیا جائے گا، یا ظاہری جنسی اعضاء کی بنیاد پر اس کی جنس متعین کی جائے گی؟

اس کے لیے ایک معیار اور طریقہ کار وہ ہے، جو حضرات فقہائے کرام نے فقہ کی کتابوں میں ذکر فرمایا ہے، جس کی تفصیل ابھی ذکر کی جائے گی۔ اور دوسرا معیار وہ ہے، جو آج کل جدید طبّی تحقیقات کی بنیاد پر اطباء نے اختیار کیا ہے۔ موجودہ دور میں ان دونوں میں سے کون سا معیار اور طریقہ کار اختیار کرنا چاہیے؟ اس کے لیے مذکورہ دونوں معیارات کی حقیقت میں غور کی ضرورت ہے۔

سابقہ معیار

تعیین جنس کے سابقہ معیار سے مراد وہ معیار ہے، جو پرانے زمانے میں اختیار کیا جاتا تھا، اور حضرات فقہائے کرام نے بھی کتابوں میں اس کو ذکر فرمایا ہے، جس کے مطابق، انسان کی جنس (یعنی نر یا مادہ ہونے) کی تعیین اس کے ظاہری جنسی اعضاء اور جسمانی علامات کے ذریعے ہوتی ہے، نر اور مادہ دونوں کے جنسی اعضاء اور جسمانی علامات کے جمع ہونے کی صورت میں، غالب جنسی اعضاء اور جسمانی علامات کا اعتبار کیا جاتا ہے، اس حالت کو ''خنثیٰ غیر مشکل'' کہا جاتا ہے۔ اور اگر کسی صورت میں نر اور مادہ دونوں کے جنسی اعضاء اور جسمانی علامات بالکل یکساں ہوں، اور کسی ایک جانب کو غالب قرار دینا ممکن نہ ہو، تو ایسی صورت کو ''خنثیٰ مشکل'' کہا جاتا ہے، جس کے احکام الگ ہیں۔

---

(١) مسند أحمد مخرجا (4/ 143)

يجب أن يعلم بأن الخنثى من يكون له مخرجان قال البقالي - رحمه الله تعالى - أو لا يكون له واحد منهما ويخرج البول من ثقبة ويعتبر المبال في حقه، كذا في الذخيرة فإن كان يبول من الذكر فهو غلام، وإن كان يبول من الفرج فهو أنثى، وإن بال منهما فالحكم للأسبق، كذا في الهداية وإن استويا في السبق فهو خنثى مشكل عند أبي حنيفة - رحمه الله تعالى -؛ لأن الشيء لا يترجح بالكثرة من جنسه، وقالا: ينسب إلى أكثرهما بولا وإن كان يخرج منهما على السواء فهو مشكل بالاتفاق، كذا في الكافي قالوا: وإنما يتحقق هذا الإشكال قبل البلوغ، فأما بعد البلوغ والإدراك يزول الإشكال فإن بلغ وجامع بذكره فهو رجل، وكذا إذا لم يجامع بذكره ولكن خرجت لحيته فهو رجل، كذا في الذخيرة وكذا إذا احتلم كما يحتلم الرجل أو كان له ثدي مستو، ولو ظهر له ثدي كثدي المرأة أو نزل له لبن في ثدييه أو حاض أو حبل أو أمكن الوصول إليه من الفرج فهو امرأة، وإن لم تظهر إحدى هذه العلامات فهو خنثى مشكل، وكذا إذا تعارضت هذه المعالم، كذا في الهداية۔[1]

جدید معیار

تعیین جنس کے جدید معیار سے مراد وہ معیار ہے، جو جدید طبّی تحقیقات کی بنیاد پر اختیار کیا گیا ہے۔ جدید طبّی تحقیق کی رو سے، انسان کی جنس کا تعلق اس کے کروموسومز، ہارمونز اور اس کے تولیدی اعضاء یعنی بیضہ دانی اور خصیہ (ovaries and testes) سے ہے۔ نر کے خلیات میں پائے جانے والے جنسی کروموسومز "XY" ہوتے ہیں، جبکہ مادہ کے خلیات میں پائے جانے والے جنسی کروموسومز "XX" ہوتے ہیں، اسی طرح بیضہ دانیاں اور رحم، مادہ کے تولیدی اعضاء ہیں، جبکہ خصیہ نر کا تولیدی عضو ہے۔ بعض دفعہ کسی انسان کے مذکورہ تولیدی اعضاء (رحم اور خصیہ) اور اس کے ظاہری جنسی اعضاء اور جسمانی علامات میں اختلاف پایا جاتا ہے، یا ظاہری اعضاء مشتبہ ہوتے ہیں، مثلا: اس کے تولیدی اعضاء تو متعین جنس (نر یا مادہ) کے ہوتے ہیں، تاہم اس کے جنسی اعضاء اور جسمانی علامات مشتبہ ہوتی ہیں۔ اس حالت کو "خنثیٰ کاذب" (Pseudo Hermaphrodite) کہا جاتا ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں:

1۔ اگر داخلی تولیدی اعضاء نر کے ہوں، اور خارجی جنسی اعضاء مادہ کے مشابہ ہوں، تو اسے نر خنثیٰ کاذب (Male Pseudo Hermaphrodite) کہا جاتا ہے، اس صورت میں داخلی تولیدی اعضاء اور

---

(١) الفتاوى الهندية (6/ 437)

کروموسومز نر کے ہونے کی وجہ سے، طبّی تحقیق کے مطابق اس کی اصل جنس نر کی ہوتی ہے، لیکن ہارمونز میں خلل کی وجہ سے ظاہری اعضاء، بادی النظر میں مادہ کے جنسی اعضاء کے مشابہ معلوم ہوتے ہیں۔اس صورت میں خارجی جنسی اعضاء کے آپریشن کے بعد خنثی، کامل طور پر مرد بن سکتا ہے،اوراس کے بعد مردانہ جنسی سرگرمیاں سرانجام دے سکتا ہے۔

2۔اور اگر داخلی تولیدی اعضاء مادہ کے ہوں،تاہم خارجی جنسی اعضاء نر کے مشابہ ہوں، تو اسے مادہ خنثی کاذب(Female Pseudo Hermaphrodite)کہاجاتاہے،اس صورت میں داخلی تولیدی اعضاء اور کروموسومز، مادہ کے ہونے کی وجہ سے طبّی اعتبار سے اصل جنس مادہ کی ہوتی ہے، البتہ ہارمونز میں خلل کی وجہ سے ظاہری جنسی اعضاء بظاہر نر کے مشابہ ہوتے ہیں۔اس صورت میں بھی ظاہری جنسی اعضاء کے آپریشن کے بعد خنثی، کامل عورت بن سکتی ہے، اور بعد ازاں تمام تر سرگرمیاں، مثلاً: حمل اور ولادت وغیرہ سرانجام دے سکتی ہے۔

بعض نادر حالات میں داخلی تولیدی اعضاء یعنی بیضہ دانی اور خصیہ دونوں جمع ہو جاتے ہیں، اس حالت کو ”خنثی حقیقی“(True Hermaphrodite)کہاجاتاہے۔

اختلاف تعريف الفقهاء عن تعريف الأطباء للخنثى: ينظر الطبيب الى الغدة التناسلية اولا فان وجدها تحمل المبيض والخصية معا فهذه هي حالة الخنثى الحقيقية التي هي نادرة الحدوث جدا . اما إن وجد أن الغدة التناسلية مبيض والاعضاء الظاهرة ذكرية فإن تلك لحالة حالة الخنثي الكاذبة التي أصلها انثي وظاهرها ذكر ، وان كانت الغدة التناسلية خصية والاعضاء الظاهرة تشبة الانثى فإن ذلك هو الخنثى الذكر الكاذب - أي الذي أصله ذكر وظاهرة الانثى. ويحتاج الطبيب للوصول لمعرفة جنس المولود او البالغ في الحالات المشتبه فيها الى معرفة : (أ) الجنس على مستوى الصبغيات (الكروموسومات) ويمكن تحديده بأخذ خلايا من خلايا الدم البيضاء او خلايا مبطنة للفم لفحصها-(ب) معرفة الغدة التناسلية وذلك بأخذ خزعة (عينة) منها وفحصها نسيجيا . (ج) فحص الاعضاء التناسلية الظاهرة والباطنة وفحص العلامات الثانوية للذكورة أو الانوثة وخاصة في حالة

البلوغ. (د) فحص عام للجسم لمعرفة وجود الاورام مثل تلك الموجودة في الغدة التناسلية او الغدة الكظرية.[1]

دونوں معیارات کا تقابلی جائزہ

فقہائے کرام نے جنس کی تعیین کے لیے جو طریقہ کار ذکر فرمایا ہے، غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قدیم زمانے کی طبّی تحقیقات کو سامنے رکھ کر، استقراء کر کے مقرر کیا گیا ہے۔ اس وقت چونکہ جدید طبّی تحقیقات سامنے نہ تھیں، اس لیے تعیین جنس کے لیے یہی طریقہ ہی اختیار کیا جا سکتا تھا۔ اس لیے تعیین جنس کا مسئلہ ایک طبیعی امر کی تحقیق ہے، یہ کوئی شرعی مسئلہ نہیں ہے، اگرچہ بعض حضرات نے سابقہ طریقے سے تعیین جنس پر، ایک روایت سے استدلال کیا ہے، تاہم حضرات محدثین نے اس روایت کو ضعیف اور بعض نے موضوع قرار دیا ہے۔[2]

اس کے مقابلے میں صحیح نصوص میں تعیین جنس کے جدید طبّی معیار کی طرف اشارہ سمجھا جا سکتا ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ وہ نصوص جن میں تخلیق جنین کے مراحل مذکور ہیں، ان میں جنین کی جنس کی تکوین 42 دن بعد یعنی ساتویں ہفتے میں بتائی گئی ہے۔ اور جدید طبّی تحقیقات کے مطابق ساتویں ہفتے میں جنین کے تولیدی اعضاء

---

(١) مجلة المجمع الفقهي الإسلامي، المجلد السادس، ص ٣٥٣

(٢) تخريج الحديث

عن ابن عباس ، أن رسول الله ﷺ سئل عن مولود ولد ، له قبل وذكر ، من أين يورث ؟ فقال النبى ﷺ : « يورث من حيث يبول » . الحديث رواه ابن عدي في الكامل (249/ 3) من حديث أبي يوسف القاضي ، عن الكلبي ، عن أبي صالح ، عن ابن عباس عن رسول الله ﷺ ، وعده من منكرات الكلبي ، ومن طريقه رواه البيهقي في السنن (428/ 6) ، ، وقال : الكلبي لا يحتج به ، وأخرجه ابن عدي ، أيضا (249/ 3) عن سليمان بن عمرو النخعي ، عن الكلبي به ، ثم قال : وأجمعوا على أن سليمان بن عمرو النخعي يضع الحديث . وأورده المحدث عبد الحق الإشبيلي في " الأحكام " (332/ 3) : من جهة ابن عدي ، وقال : إسناده من أضعف إسناد يكون ، . ورواه ابن الجوزي في " الموضوعات " (230/ 3) : من جهة ابن عدي ، وقال : هذا حديث لا يصح ، وقد اجتمع فيه كذابون : سليمان النخعي، والكلبي، وأبو صالح . ، والحديث أورده الحافظ ابن حجر في " التلخيص " (354/ 1) وقال : وأخرجه ابن الجوزي في الموضوعات ، ويغني عن هذا الحديث الاحتجاج في هذه المسألة بالإجماع ، فقد نقله ابن المنذر وغيره ، وقد روى ابن أبي شيبة وعبد الرزاق هذا عن علي أنه ورث خنثى من حيث يبول ، إسناده صحيح . وقال العلامة العيني في " البناية شرح الهداية " (13 / 529) : قلت : أبو يوسف إمام مجتهد ثقة كيف يروي عن الكلبي مع علمه بأنه لا يحتج به ، ولو لم يعلم أنه ثقة لما روى عنه . وقد أيده أيضا ما روي عن علي رضي الله عنه-

خصیہ اور بیضہ دانی، الگ ظاہر ہو جاتے ہیں، اور اس کی بنیاد پر جنین کی جنس کا علم ہو جاتا ہے۔ جبکہ خارجی جنسی اعضاء کا ظہور بارہویں ہفتے میں ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان نصوص میں جنین کو تولیدی اعضاء سے متعلق مانا گیا ہے، نہ کہ جنسی اعضاء سے۔ مسلم شریف کی درج ذیل حدیث مبارک ملاحظہ فرمائیں:

إذا مر بالنطفة ثنتان وأربعون ليلة، بعث الله إليها ملكا، فصورها وخلق سمعها وبصرها وجلدها ولحمها وعظامها، ثم قال: يا رب أذكر أم أنثى؟ فيقضي ربك ما شاء،[1]

اس روایت میں اس طرف واضح اشارہ ہے کہ جنین کی جنس بیالیس دن بعد متعین کی جاتی ہے، جدید طب کی علم الجنین (Emryology) بھی اپنی تحقیق میں اسی نتیجے پر پہنچی ہے، چنانچہ ڈاکٹر محمد علی البار لکھتے ہیں:

ويتحدد جنس الجنين على مستوى الصبغيات (الكروموسومات) في لحظة التلقيح فاذا مالقح البويضة حيوان منوي يحمل شارة الذكورة كان الجنين ذكراً باذن الله وإذا ما لقحها حيوان منوي يحمل شارة الأنوثة كان الجنين أنثى باذن الله أما على مستوى الأنسجة فلا يتحدد جنس الجنين الا في الأسبوع السابع بعد دخول الملك حينما تعلم الغدة التناسلية هل هي مبيض أو خصية ثم تحدد بعدذلك الأعضاء التناسلية الخارجية في الأسبوع الثاني عشر . . وقدلا يتطابق التكوين الجنسي الظاهري للأعضاء التناسلية مع التكوين الجنسي للغدة التناسلية فقد يكون جنس المولود ذكراً في الحقيقة بينما أعضاؤه التناسلية توحي بأنه أنثى . . وقد يكون العكس.[2]

راجح موقف

تعیین جنس کے حوالے سے فقہی اور طبّی معیارات کے تقابل پر مشتمل مذکورہ بالا گفتگو اس تقدیر پر تھی کہ فقہی اور طبّی معیار کے درمیان تعارض قرار دے کر ان کو دو مختلف معیار قرار دیا جائے، جیسا کہ ڈاکٹر محمد علی البار صاحب نے اپنے رسالے ''مشكلة الخنثي بين الطب و الفقه'' میں یہ موقف اختیار فرمایا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

ويعتمد الفقيه في تحديد الخنثى على المبال فإن بال من موضع الذكر فهو ذكر وان بال من الفرج او اسفل البظر فهو انثي. وكانوا يوقفون الخنثى من الاطفال ويطلبون منه ان يتبول الى حائط فإن سال منه البول ورشه رشا فهو

---

(١) صحيح مسلم (4/ 2037)

(٢) خلق الإنسان بين الطب والقرآن للدكتور محمد على البار: 302

انثى وان قذف البول فهو ذكر. وان لم يتبين مباله فهو الخنثى المشكل لديهم. ولا شك ان هذا الفحص قد يؤدى الى الخطأ فقد يكون الخنثى ذكر في غدته التناسلية وكروموسوماته الجنسية الا ان المبال (فتحة صماخ مجرى البول) أسفل القضيب وان كيس الصفن مشقوق حتى يبدو مثل الفرج فيتأكد لدى الفقيه آنذاك انه انثى ويحكم بانه انثى قطعا . والواقع انه ذكر ويمكن اعادته لوضعه الطبيعي باجراء عملية جراحية.. ويفقد المصاب بذلك كثيرا من حقوقه في الميراث (حيث يعطى نصيب الانثى) وفي الفيء اذا اشترك في الجهاد حيث لا يقسم له مثلما يقسم للمقاتلين بل يحذى ويعطى من الغنيمة كما تعطى المرأة عندما تشترك في الجهاد.. ولا يسمح له بالامامة في الصلاة ولا القضاء ولا الامامة العامة..الخ من الامور التي يختص بها الذكور. ولا شك ان تشخيص الفقهاء للخنثى في هذه الحالات خاطىء، ولانلومهم على ذلك فتلك هي معلومات زمنهم.

اما اليوم فالقول في موضوع الخنثى يعود لاهل الذكر واهل الذكر هاهنا هم الاطباء لا الفقهاء والله سبحانه وتعالى يقول: ﴿ فأسألوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون ﴾ .

وكل ماورد في كتب الفقه عن الخناث فينبغي ارجاع الحكم فيه اولا الى الاطباء فإن حكموا بان هذا الشخص ذكر في تركيبه الكروموسومي والغددي فهو كما حكموا، وعلى الفقهاء ان يبنوا احكامهم بعد ذاك على ما يقرره الاطباء.[1]

ڈاکٹر محمد علی البار صاحب حفظہ اللہ تعالی کی رائے گرامی کے علاوہ تعیین جنس کے مذکورہ فقہی اور طبی معیار کے ظاہر سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ دونوں مستقل اور مختلف معیار ہیں، کیونکہ حضرات فقہائے کرام نے اپنی عبارات میں بول اور ظاہری علامات کا ذکر فرمایا ہے، اور بنیاد اسی پر رکھی ہے کہ اگر بول، ذکر سے خارج ہوتا ہو تو خنثی کو مرد قرار دیا جائے گا اور اگر بول، فرج سے خارج ہو تو اسے عورت قرار دیا جائے گا، اور ظاہر ہے کہ ذکر اور فرج اور اس سے بول کے خروج پر کلام جنسی اعضاء کی بحث ہے، جبکہ اطباء حضرات نے تولیدی اعضاء پر بنیاد رکھی ہے۔ اس

(١) مجلة المجمع الفقهي الإسلامي، المجلد السادس:355

لیے دونوں معیارات کے ظاہر سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں الگ الگ موقف ہیں۔ لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں معیارات میں کوئی تعارض نہیں ہے، بلکہ دونوں ایک ہی ہیں۔

رفع تعارض کی تفصیل یہ ہے کہ دراصل فقہائے کرام نے قبل البلوغ بول کا اعتبار ضرور کیا ہے، لیکن بعد البلوغ خود فقہائے کرام نے بھی حیض، احتلام، حمل اور ولادت وغیرہ کا اعتبار کیا ہے، اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ یہ سب نظام تولید سے متعلق علامات اور سرگرمیاں ہیں۔ چنانچہ حضرات فقہائے کرام نے اس کی تصریح فرمائی ہے:

(وهو ذو فرج وذكر أو من عري عن الاثنين جميعا، فإن بال من الذكر فغلام، وإن بال من الفرج فأنثى، وإن بال منهما فالحكم للاسبق، وإن استويا فمشكل ولا تعتبر الكثرة) خلافا لهما، هذا قبل البلوغ (فإن بلغ وخرجت لحيته أو وصل إلى امرأة أو احتلم) كما يحتلم الرجل (فرجل، وإن ظهر له ثدي أو لبن أو حاض

أو حبل أو أمكن وطؤه فامرأة، وإن لم تظهر له علامة أصلا أو تعارضت العلامات فمشكل) لعدم المرجح-[1]

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ نے امداد الفتاوی میں اس کی یوں صراحت فرمائی ہے:

"سوال: میرا ایک بھائی ہے اس میں چند علامات پیدا ہوگئی ہیں جن کے سبب سے اس کے مرد اور عورت ہونے کا پہچاننا مشکل ہوگیا ہے۔

(۱) پہلی علامت یہ ہے کہ ذکر نہیں ہے اور ذکر کی جگہ میں چھنگلی انگلی کے سر کے برابرا ایک ٹکڑا گوشت کا ہے وہ گوشت عورتوں کے شرمگاہ کی طرح بھی نہیں ہے اور اس سے پیشاب نکلتا ہے۔

(۲) دوسری علامت یہ ہے کہ خصیتین بھی نہیں ہیں۔

(۳) تیسری علامت یہ ہے کہ ہر مہینے میں عورتوں کے مانند حیض آتا ہے۔

(۴) چوتھی علامت یہ ہے کہ دو پستان بھی عورتوں کے پستان کے مانند بھر آئے ہیں۔

(۵) پانچویں شہوت بھی ہے کہ اگر مرد کیساتھ لیٹے تو اس کی طرف خیال جاتا ہے اور اگر عورت کے پاس لیٹے تو عورت کی طرف بھی خیال جاتا ہے۔

6) یہ کہ کبھی منی نہیں نکلتی ہے گویا کہ بند ہے۔

---

(١) «الدر المختار شرح تنوير الأبصار وجامع البحار» (ص751)

آپ مہربانی فرما کر اس مسئلہ کا جواب دیجئے کہ و شخص حکم عورت میں یا حکم مرد میں اور نماز روزہ پڑھتے وقت کیسا پڑھنے کا حکم ہوگا؟

الجواب : **چونکہ سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص بالغ ہوگیا ہے اس لئے بول کے احتمالات کو تو علامت نہ بنایا جاوے گا۔**

كما في العالمگيرية: بعد ذكر هذه الاحتمالات ،قالوا : وإنما يتحقق هذا الإشكال قبل البلوغ فاما بعد البلوغ والإدراك يزول الإشكال، فإن بلغ وجامع بذكره فهور جل و كذا إذا لم يجامع بذكره؛ ولكن خرجت لحيته فهو رجل كذا في الذخيرة: وكذا إذا احتلم كما يحتلم الرجل أو كان له ثدي مستورو لو ظهر له ثدي كثدي المراة أو نزل له لبن في ثدييه أو حاض أو حبل أو امكن الوصول إليه من الفرج فهو امرأة وإن إحدى هذه العلامات فهو خنثى مشكل وكذا إذا تعارضت هذه المعالم كذا في الهداية، وأما خروج المني فلا اعتبار له لأنه قد يخرج من المرأة كما يخرج من الرجل كذا في الجوهرة النيرة قال وليس الخنثى يكون مشكلا بعد الإدراك على حال من الحالات ،لأنه اما ان يحبل أو يحيض أو يخرج له لحية أو يكون له ثديان كثدى المرأة وبهذا يتبين حاله وإن لم يكن له شيء من ذلك فهو رجل لأن عدم نبات الثديين كما يكون للنساء دليل شرعي على انه رجل كذا في المبسوط لشممس الائمه السرخسی جلد : ۷ ، ص:۲۸۵)

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ذکر سے جماع کرنا اور ڈاڑھی نکلنا اور مردوں کی طرح احتلام ہونا اور پستان کا نہ ابھرنا علامات ذکورت کی ہیں اور پستان بھر آنا یا پستان میں دودھ اتر آنا یا حیض آنا یا مرد کا اس سے فرج میں صحبت کر سکنا علامات انوثت کی ہیں اور سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو حیض آتا ہے اور پستان بھی ابھر آئی ہیں اور یہ علامتیں عورت ہونے کی ہیں ،اب دیکھنا چاہئے کہ ذکورت کی مذکورہ علامات میں سے بھی اس میں کوئی علامت ہے یا نہیں اگر ہے تو خنثی مشکل ہے ورنہ عورت ہے، عورت کے احکام مشہور ہیں اور خنثی کے احکام بھی کتب میں مذکور ہیں اگر پھر بھی ضرورت استفسار کی ہو پوچھ لیا جاوے۔امدادالفتاوی جلد ۲ ص:۲۸۶"

اس سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ بعد البلوغ فقہائے کرام نے بول کا اعتبار نہیں کیا ہے، جیسا کہ حضرت حکیم الامت قدس سرہ کے مذکورہ بالا عبارت کے درج ذیل الفاظ سے یہ بات بالکل واضح ہے:

"چونکہ سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص بالغ ہو گیا ہے اس لئے بول کے احتمالات کو تو علامت نہ بنایا جاوے گا۔"

نیز حضرات فقہائے کرام نے یہ بھی تصریح فرمائی ہے کہ حمل اور ولادت کو تمام علامات معارضہ پر ترجیح دی جائے گی، یعنی اگر حمل اور ولادت ظاہر ہوں اور ساتھ میں بول ذکر سے آتا ہو تو اس صورت میں ترجیح حمل اور ولادت کو دی جائے گی اور خنثیٰ کو عورت قرار دیا جائے گا اور ذکر سے بول، جسے قبل البلوغ مرد ہونے کی علامت قرار دیا گیا تھا، اب اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

الثاني، والثالث: خروج المني والحيض في وقت الإمكان. فإن أمنى بالذكر، فرجل أو الفرج أو حاض، فامرأة. بشرط أن يتكرر خروجه ليتأكد الظن به، ولا يتوهم كونه اتفاقيا. كذا جزم به الشيخان. قال الإسنوي: وسكوتهما عن ذلك في البول يقتضي عدم اشتراطه فيه.والمتجه: استواء الجميع في ذلك قال: وأما العدد المعتبر في التكرار. فالمتجه: إلحاقه بما قيل في كلب الصيد: بأن يصير عادة له. فإن أمنى بهما، فالأصح أنه يستدل به، فإن أمنى نصفه مني الرجال فرجل، أو نصفه مني النساء، فامرأة، فإن أمنى من فرج الرجال نصفه منيهم. ومن فرج النساء نصفه منيهن، أو من فرج النساء نصفه مني الرجال، أو عكسه، فلا دلالة، وكذا إذا تعارض بول وحيض، أو مني. بأن بال بفرج الرجال، وحاض أو أمنى بفرج النساء. وكذا إذا تعارض المني والحيض في الأصح. **الرابع: الولادة. وهي تفيد القطع بأنوثته، وتقدم على جميع العلامات المعارضة لها. قال في شرح المهذب: ولو ألقى مضغة. وقال القوابل: إنه مبدأ خلق آدمي: حكم به. وإن شككن دام الإشكال. قال: ولو انتفخ بطنه، وظهرت أمارة حمل: لم يحكم بأنه امرأة، حتى يتحقق الحمل. لموافق، الجاري على القواعد المذكورة في الرد بالعيب، وتحريم الطلاق، واستحقاق المطلقة النفقة، وغير ذلك.**[1]

اس سے معلوم ہوا کہ بعد البلوغ خود فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق بول کا اعتبار نہیں، بلکہ بول کے مقابلے میں حمل اور ولادت جو تولیدی سر گرمیاں ہیں، ان کو ترجیح دی جائے گی۔ اس لیے بعد البلوغ والی صورت میں فقہی اور طبّی معیار میں کوئی جوہری تعارض نہیں ہے۔ کیونکہ اطباء بیضہ دانی، بچہ دانی اور خصیتین وغیرہ کا اعتبار

(١) الأشباه والنظائر للسيوطي (ص: 242)

کرتے ہیں، اور فقہائے کرام ان اعضاء کی سر گرمیوں یعنی حیض، احتلام اور حمل و ولادت کا اعتبار کرتے ہیں، لہذا یہ بالکل واضح ہے کہ دونوں میں کوئی جوہری تعارض نہیں ہے۔

البتہ یہاں یہ سوال باقی رہے گا کہ قبل البلوغ تو بہر حال فقہائے کرام نے بول ہی کا اعتبار کیا ہے، جبکہ طبّی معیار قبل البلوغ بھی تولیدی نظام کا عتبار کرتا ہے، لہذا کم از کم قبل البلوغ دونوں معیارات میں تعارض پایا جائے گا۔ اس کا جواب یہ دیا جا سکتا ہے کہ فقہائے کرام نے بعد البلوغ حمل اور ولادت وغیرہ کا اعتبار کیا ہے اور ان کو بول پر ترجیح دی ہے، تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک بول کوئی اصل اور بنیادی معیار نہیں ہے، ان حضرات کے نزدیک اصل معیار ذکورت اور انوثت کی علامات کی بنیاد پر ان کے درمیان تمیز، اور اس بناء پر ان دونوں میں سے ایک کی تعیین ہے، جو قبل البلوغ بول کے ذریعے ممکن ہے، اور بعد البلوغ دیگر علامات سے بھی متحقق ہوتی ہے، اس لیے انہوں ان علامات کا ذکر بعد البلوغ کیا ہے۔ لیکن قبل البلوغ ان علامات کے ذکر نہ کرنے سے ان حضرات کا مطلب یہ نہیں کہ تب یہ علامات معتبر ہی نہیں، بلکہ اصل بات یہ ہے کہ چونکہ عادتا حمل اور ولادت وغیرہ کا ظہور بلوغت کے بعد ہی ہوتا ہے، اس لیے ان حضرات نے ان علامات اور تعیین جنس میں ان کے اعتبار کو بلوغت کے بعد ذکر فرمایا ہے۔ لیکن آج کل چونکہ طبّی معائنے کے ذریعے قبل البلوغ بھی ان علامات کا ادراک ممکن ہے، اس لیے اب قبل البلوغ طبّی معائنے کے ذریعے ان علامات کو معلوم کر کے، ان کو بول کے مقابلے میں راجح قرار دیا جا سکتا ہے، جیسا کہ بعد البلوغ خود حضرات فقہائے کرام نے ان کو بول پر ترجیح دی ہے۔

اس لیے راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ قبل البلوغ بھی فقہی اور طبّی معیار میں کوئی تعارض نہیں ہے، بلکہ دونوں معیار ایک ہی ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ فقہی معیار میں حمل اور ولادت وغیرہ کو بعد البلوغ ہی ذکر کیا گیا ہے، جس کی وجہ عرض کر دی گئی کہ سابقہ ادوار میں چونکہ قبل البلوغ تولیدی نظام کا ادراک ممکن نہ تھا، اس لیے اس سے تعرض بھی نہیں کیا گیا۔ اور آج کل چونکہ قبل البلوغ بھی طبّی جانچوں کے ذریعے اس کا ادراک ممکن ہے، اس لیے تعیین جنس کے جدید طبّی معیار میں قبل البلوغ اور بعد البلوغ دونوں حالتوں میں حمل اور ولادت اور نظام تولید کی دیگر سر گرمیوں اور خصوصیات کا اعتبار کیا جاتا ہے، جو تولیدی اعضاء، جنسی کروموسومز اور جنسی ہارمونز کے طبّی معائنے سے معلوم ہو جاتی ہیں۔

حاصل یہ ہے کہ دونوں معیارات میں کوئی تعارض نہیں ہے، دونوں کا اصل مطمح نظر اعضاء اور علامات کے ذریعے ذکورت اور انوثت کا ادراک ہے، جس میں حضرات فقہائے کرام اور اطباء سبھی نے تولیدی نظام اور تولیدی سر گرمیوں جیسے حمل اور ولادت وغیرہ کو ترجیح دی ہے، اور آج چونکہ قبل البلوغ بھی طبّی جانچوں کے ذریعے اس کا ادراک ممکن ہے، اس لیے اب قبل البلوغ اور بعد البلوغ دونوں حالتوں میں طبّی معائنے کے ذریعے تولیدی اعضاء،

جنسی کروموسومز اور جنسی ہارمونز کی بنیاد پر جنس کی تعیین کی جائے گی، اور اس بنیاد پر متعین شدہ جنس کے احکام جاری ہوں گے۔

تبدیلیٔ جنس کا حکم

تعیین جنس کی مذکورہ تفصیل کے بعد اب سابق میں ذکر کردہ مرض "Gender Dysphoria" اور بعض دیگر وجوہات کی بناء پر تبدیلیٔ جنس کا شرعی حکم ذکر کیا جاتا ہے۔

گزشتہ صفحات میں یہ بتایا جا چکا ہے کہ جو افراد جنس کی تبدیلی کے خواہاں ہوتے ہیں، بنیادی طور پر ان کی دو قسمیں ہیں:

ا۔ایک قسم ان افراد کی ہے جو نفسیاتی مرض یا ذاتی شوق کی وجہ سے اپنی جنس بدلنا چاہتے ہیں۔

۲۔دوسری قسم ان افراد کی ہے جو حقیقی جسمانی مرض کی وجہ سے جنس بدلنا چاہتے ہیں۔ جس کی مزید تفصیل اور شرعی حکم یہ ہے کہ:

ا۔ اگر ایک انسان اپنی داخلی تولیدی اعضاء اور خارجی جنسی اعضاء کے اعتبار سے کامل طور پر ایک جنس کا ہو، مثلاً مکمل نر یا مکمل مادہ ہو، تاہم وہ کسی وجہ سے ذہنی طور پر اپنی جنس قبول کرنے کے لیے تیار نہ ہو تو یہ ایک نفسیاتی مرض ہے، کوئی حقیقی جسمانی مرض نہیں ہے۔ اسی طرح محض ذاتی شوق اور نفسانی خواہش کی وجہ سے اپنی جنس تبدیل کرنے کی طلب بھی شرعی حکم کے پہلو سے اسی قسم کے تحت آتی ہے۔

اس صورت میں ایک کامل جنس والا انسان تبدیلیٔ جنس کے لیے جو طبّی عمل اختیار کرتا ہے، حقیقت میں اس عمل سے جنس نہیں بدلتی، بایں طور کہ کامل مرد عورت بن جائے یا کامل مرد عورت بن جائے۔ چنانچہ اس عمل کے بعد انسان کروموسومز کی سطح پر سابق جنس پر برقرار رہتا ہے، اور اسی طرح دیگر خصوصیات مثلاً مرد کے اندر حمل، ماہواری وغیرہ کی صلاحیتیں پیدا نہیں ہوتیں، بلکہ صرف ظاہری اعضاء اور علامات بدل جاتے ہیں۔ اس لیے اس صورت کا حکم یہ ہے کہ یہ تغییر خلق اللہ ہے، جو شرعاً ناجائز اور حرام ہے۔

{وَلَأُضِلَّنَّهُمْ وَلَأُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ آذَانَ الْأَنْعَامِ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللَّهِ وَمَنْ يَتَّخِذِ الشَّيْطَانَ وَلِيًّا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُبِينًا (119)}[1]

نیز یہ معلوم امر ہے کہ شرعاً خصی ہونا ناجائز ہے، جو ایک وصف کا ضیاع ہے، تو جنسی اعضاء کا ضیاع بطریق اولیٰ ناجائز ہو گا۔

---

(۱) [النساء: 119]

" كنا نغزو مع رسول الله صلى الله عليه وسلم، ليس لنا نساء، فقلنا: ألا نستخصي؟ فنهانا عن ذلك،[1]

اسی طرح حدیث شریف میں مردوں سے مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں اور عورتوں سے مشابہت اختیار کرنے والے مردوں پر لعنت فرمائی گئی ہے، جب صرف مشابہت پر لعنت فرمائی گئی تو باقاعدہ آپریشن کرکے دوسری جنس سے مشابہت کی شناعت اور حرمت بطریق اولی ثابت ہوگی۔

عن ابن عباس رضي الله عنهما، قال: لعن النبي صلى الله عليه وسلم المخنثين من الرجال، والمترجلات من النساء، وقال: «أخرجوهم من بيوتكم» وأخرج فلانا، وأخرج عمر فلانا[2]

۲۔ البتہ جہاں تک دوسری صورت کا تعلق ہے، جس میں کسی انسان کے داخلی تولیدی اعضاء، ہارمونز اور کروموسومز طبّی تحقیق کی روسے ایک جنس کے ہوں اور اس کے خارجی جنسی اعضاء مشتبہ ہوں، اور اس حالت میں وہ اس ظاہری حالت کو قبول کرنے کے لیے تیار نہ ہو بلکہ اپنی داخلی تولیدی اعضاء کے موافق تصور کرتا ہو اور ظاہری جنسی اعضاء اور جسمانی علامات کو آپریشن کے ذریعہ داخلی تولیدی اعضاء کے موافق بدلنا چاہتا ہو تو چونکہ اس صورت میں ظاہری جنسی اعضاء سے معلوم ہونے والی جنس قبول نہ کرنا ایک حقیقی جسمانی مرض ہے، اس لیے اس صورت میں تبدیلی جنس کے عنوان سے رائج آپریشن کے ذریعے ظاہری جنسی اعضاء اور جسمانی علامات کو داخلی تولیدی اعضاء کے موافق درست کرنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ تعیین جنس کے مسئلے کے تحت یہ بات واضح ہو چکی کہ انسان کی جنس کی تعیین طبّی رپورٹ کے مطابق داخلی تولیدی اعضاء کی بنیاد پر ہوگی۔

تو ایسی صورت میں اس کے لیے ظاہری جنسی اعضاء اور جسمانی علامات کو آپریشن کے ذریعہ داخلی تولیدی اعضاء کے موافق درست کرنا جائز ہے۔ کیونکہ سابق میں ذکر کردہ تفصیل کے مطابق اس کی جنس طبّی رپورٹ کی بنیاد پر متعین کی جائے گی اور چونکہ طبّی رپورٹ میں داخلی اعضاء اور ہارمونز کا اعتبار کیا جاتا ہے، اس لیے اس کی جنس داخلی تولیدی اعضاء اور ہارمونز کے مطابق متعین ہوگی۔ لہذا ظاہری جنسی اعضاء اور علامات میں جو اعضاء اور علامات طبّی رپورٹ سے ثابت شدہ جنس کے خلاف ہوں، وہ زائد عضو کے حکم میں ہوں گے اور اصل جنس میں اشتباہ پیدا کرنے کی وجہ سے ایک عیب شمار ہوں گے، اس لیے ایسے اعضاء اور علامات کو آپریشن کے ذریعے زائل کرنا بلکہ درست کرنا جائز ہوگا۔ نیز اس صورت میں مذکورہ جنسی اعضاء اور علامات کا ازالہ اور اصل جنس کے موافق اعضاء کی

---

(۱) صحيح مسلم (2/ 1022)

(۲) صحيح البخاري (8/ 171)

درستگی کا عمل تبدیلیٔ جنس نہیں کہلائے گا بلکہ اسے ''تبیین جنس''یا''تصحیح جنس''کہا جائے گا۔ کیونکہ اس طرح کے طبّی عمل سے در حقیقت اصل جنس کی تصحیح اور تبیین ہوتی ہے، چنانچہ مادہ کے اندر حمل اور ماہواری وغیرہ کی صلاحیت ظاہر ہو جاتی ہے اور نر کے اندر مردانہ خصوصیات ظاہر ہو جاتی ہیں۔

متعدد معاصر علمائے کرام اور دور الافتاء نے اس صورت کے جواز کا موقف اختیار کیا ہے، خاص طور سے ڈاکٹر شیخ محمد علی البار حفظہ اللہ تعالی نے اپنے تحقیقی مقالہ ''مشكلة الخنثي بين الطب والفقه''میں تعیین جنس کے لیے جدید طبّی طریقہ کار کو ترجیح دیتے ہوئے احکام کے لیے اس کو بنیاد بنایا ہے اور اس کے مطابق تصحیح جنس کے عمل کو درست قرار دیا ہے۔ اس کے علاوہ سعودی عرب کے ''اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء'' اور ''هيئة كبار العلماء باللجنة الدائمة''نے اس صورت میں تصحیح جنس کے جواز کا فتوی دیا ہے اور اس کے لیے ''المجمع الفقهي الإسلامي'' کے فیصلہ کو بھی تائید میں نقل کیا ہے۔

١- فإن مجلس المجمع الفقهي الإسلامي لرابطة العالم الإسلامي في دورته الحادية عشرة المنعقدة بمكة المكرمة في الفترة من يوم الأحد 13 رجب 1409 هـ الموافق 19 فبراير 1989 م إلى يوم الأحد 20 رجب 1409 هـ الموافق 26 فبراير 1989 م قد نظر في موضوع تحويل الذكر إلى أنثى وبالعكس.

وبعد البحث والمناقشة بين أعضائه قرر ما يلي:

أولا: الذكر الذي كملت أعضاء ذكورته، والأنثى التي كملت أعضاء أنوثتها، لا يحل تحويل أحدهما إلى النوع الآخر، ومحاولة التحويل جريمة يستحق فاعلها العقوبة؛ لأنه تغيير لخلق الله، وقد حرم الله سبحانه هذا التغيير بقوله تعالى مخبرا عن قول الشيطان {وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللَّهِ} (1) فقد جاء في صحيح مسلم عن ابن مسعود أنه قال: «لعن الله الواشمات والمستوشمات والنامصات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغيرات خلق الله عز وجل) ثم قال: (ألا ألعن من لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو في كتاب الله عز وجل يعني قوله: وما (2)». ثانيا: أما من اجتمع في أعضائه علامات النساء والرجال فينظر فيه إلى الغالب من حاله؛ فإن غلبت عليه الذكورة جاز علاجه طبيا بما يزيل الاشتباه في ذكورته، ومن غلبت عليه علامات الأنوثة جاز علاجه طبيا بما يزيل الاشتباه في أنوثته، سواء أكان العلاج بالجراحة أو بالهرمونات؛ لأن هذا مرض والعلاج يقصد به الشفاء منه، وليس تغييرا لخلق

الله عز وجل- وصلى االله على سيدنا محمداً وعلى آله وصحبه وسلم تسليًماً كثيرا والحمـد الله رب العالمين.

٢- هل يجوز لي في الإسلام أن أجري عملية تغيير جنس أتحول فيها من رجل إلى امرأة؟ لقد ولدت ذكرا، وحتى الآن أنا ذكر من الناحية الفيزيولوجية، لقد نشأت في مجتمع غربي يتمتع بقيم أكرهها أنا تماما وأشمئز منها، وقبل حوالي أربع سنوات بدأت أسأل الله في صلواتي اليومية، والآن فقط وصلت المرحلة التي يمكنني بها أن أسأل عالما مثلكم عن هذا الأمر، عسى أن يوفقني الله بحكمتكم وعلمكم إلى إجابة لهذا السؤال، إن سؤالي هذا ينبع من المشاعر الغريبة التي تنتابني منذ طفولتي وأنا أكره أن أقوم بدور شخص ذكر، وإنما أعتبر نفسي أنثى، أما الآن فمشاعري أكثر تعقيدا، وبالرغم من أنني من الناحية الطبيعية رجل، ويمكنني أن أقوم بدور الذكر بكفاءة تامة، إلا أنني من الناحية الفيزيولوجية أحمل صفات أنثوية، إنني أجد في نفسي ميلا وانجذابا نحو الأولاد الذكور عاطفيا وجنسيا بالرغم من أني لم أمارس الجنس مع أي إنسان- وعلى نحو ما أحس بأنني ينبغي أن أكون بنتا، ولكنني لا أستطيع أن أعبر عن أنوثتي؛ لأن جسدي جسد ذكر، لهذا السبب فإنني أعتقد أن إجراء عملية جراحية جنسية ستساعدني في علاج حالتي، ولكنني لن أقوم بهذه العملية إذا لم تكن جائزة في الإسلام، ولهذا فإنني أسألكم لتجيبوني.

لا أعتقد أن أحدا سألكم مثل هذا السؤال من قبل، ولكن أرجو منكم أن تجيبوني وتوجهوني رغم تعقيد المسألة، إني مسلم سواء كنت ذكرا أم أنثى، وأرجو من الله أن يحفظني مسلما إلى الأبد، وأختتم رسالتي بأمل أن أتلقى ردكم وأرجو من الله أن يثيبكم على ما تقدموه من عمل. والسلام عليكم.

الجواب:

أولا: قال الله تعالى: ﴿لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ إِنَاثًا وَيَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ الذُّكُورَ * أَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَإِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَشَاءُ عَقِيمًا إِنَّهُ عَلِيمٌ قَدِيرٌ﴾[الشورى: 49-50] فعلى المسلم أن يرضى بخلق الله وتقديره.

فإذا كانت حالتك كما ذكرت من أنك متحقق من رجولتك، وأنك يمكن أن تأتي بدور الذكر بكفاءة تامة وإن كنت لم تمارس الحالة الجنسية بالفعل مع أي إنسان، فعليك أن تحتفظ بذكورتك وترضى بما اختاره الله لك من الميزة

والفضل، وتحمده أن خلقك رجلا، فالرجل خير من المرأة، وأعلى منزلة، وأقدر على خدمة الدين والإنسانية من المرأة، كما دل على ذلك قوله تعالى: ﴿الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ﴾ الآية[الشورى: 49].

وما ذكره تعالى في قصة امرأة عمران من نذرها ما في بطنها لله محررا لخدمة دينه والقيام بشؤون بيت الله إلى غير ذلك من النصوص، وفي شهادة واقع الحياة في البلاد التي لم تمسخ فطرتها دليل كوني عملي إلى جانب ما جاء في كتاب الله وسنة نبيه -صلى الله عليه وسلم- من الأدلة على تفضيل الرجال على النساء.

ثانياً: إذا ثبتت ذكورتك وتحققت فإجراؤك عملية لتتحول بها إلى أنثى – فيما تظن – تغيير لخلق الله وسخط منك على ما اختاره الله لك، على تقدير نجاح العملية وإفضائها إلى ما تريد من الأنوثة وهيهات هيهات أن يتم ذلك، فإن لكل من الذكورة والأنوثة أجهزتها الفطرية الخلقية التي لا يقدر على إنشائها وإكسابها خواصها إلا الله تعالى، وليست مجرد ذكر للرجل وفتحة فرج للمرأة، بل هناك للرجل جهاز متكامل متناسق ومترابط مركب من الخصيتين وغيرهما، ولكل من أجزائه وظيفة وخاصية من إحساس وإفراز خاص ونحوهما، وكذا المرأة لها رحم وتوابع تتناسق معها، ولكل خاصية من إحساس وإفراز خاص ونحوهما، وبين الجميع ترابط وتجاوب، وليس تقدير شيء من ذلك وإيجاده وتدبيره وتصريفه والإبقاء عليه إلى أحد من الخلق، بل ذلك إلى الله العليم الحكيم، العلي القدير، اللطيف الخبير.

وبإذن فالعملية التي تريد إجراءها ضرب من العبث، وسعي فيما لا جدوى وراءه، بل قد يكون فيه خطر إن لم يفض إلى القضاء على حياتك، فلا أقل من أن يذهب بها آتاك الله دون أن يكسبك ما تريد، ويبقى ملازما لك ما ذكرت من العقد النفسية التي أردت الخلاص منها بهذه العملية الفاشلة.

ثالثاً: إن كانت ذكورتك غير محققة، وإنما تظن ظنا أنك رجل، لما تراه في بدنك من مظاهر الذكورة إلى جانب ما تجده في نفسك من أنك تحمل صفات أنثوية وتميل نحو الذكور عاطفيا وتنجذب إليهم جنسيا فتريث في أمرك، ولا تقدم على ما ذكرت من العملية، واعرض نفسك على أهل الخبرة من الدكاترة الأخصائيين، فإذا تحققوا أنك ذكر في مظهرك وأنثى في واقع أمرك فسلم

نفسك إليهم ليكشفوا حقيقة أنوثتك بإجراء العملية، وليس ذلك تحويلا لك من ذكر إلى أنثى، فهذا ليس إليهم، وإنما هو إظهار لحقيقة أمرك، وإزالة لما كان ببدنك وكوامن نفسك من لبس وغموض، وإن لم يتبين لأهل الخبرة شيء فلا تغامر بإجراء العملية، وارض بقضاء الله، واصبر على ما أصابك إرضاء لربك، واتقاء لما يخشى من عواقب عملية على غير هدى وبصيرة بحقيقة حالك، وافزع إلى الله واضرع إليه ليكشف ما بك، ويحل عقدك النفسية؛ فإنه سبحانه بيده ملكوت كل شيء وهو على كل شيء قدير. وبالله التوفيق، وصلى الله على نبينا محمد وآله وصحبه وسلم-1

خنثیٰ مشکل کی بحث

یہاں تک ایک کامل جنس والے انسان اور "خنثیٰ غیر مشکل" کے لیے تغییرِ جنس کے نام سے رائج آپریشن کروانے کا شرعی حکم واضح ہو گیا۔ آگے "خنثیٰ مشکل" کے لیے اس آپریشن کے جواز اور عدم جواز پر کلام کیا جائے گا، لیکن اس سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ شرعاً خنثیٰ مشکل مرد ہے، عورت ہے، یا کوئی تیسری جنس ہے؟ اسی کے ضمن میں یہ مسئلہ بھی حل ہو جائے گا کہ شریعت کی نظر میں مرد اور عورت کے علاوہ تیسری جنس کا کوئی تصور موجود ہے یا نہیں؟

اس پہلو پر گفتگو اس لیے بھی ضروری ہے کہ آج کل مغربی دنیا نے مرد اور عورت کے علاوہ ٹرانس جینڈر، یونی سیکس، مرد خصی، عورت خصی، بائی سیکچول، ملٹی سیکچول، جینڈر بلائنڈنس اور اس طرح کے متعدد دیگر اجناس متعارف کرائی ہیں، افسوس ہے کہ ہمارے یہاں بھی ان کو تسلیم کیا جانے لگا ہے، اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شرعی نقطہ نظر سے یہ دیکھا جائے کہ شرعاً مرد اور عورت کے علاوہ تیسری جنس کا تصور ہے یا نہیں؟

اسلام کا تصورِ جنس

اسلام میں انسان کی جنس کے تصور کے بارے میں متعلقہ نصوص کی مراجعت سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں اور احادیث طیبہ میں صراحتاً اس سے متعلق ہدایات موجود نہیں ہیں کہ انسان کی جنس نر اور مادہ میں منحصر ہے یا اس کے علاوہ کوئی تیسری جنس بھی ہے۔ البتہ متعدد نصوص کی روشنی میں حضرات مفسرین نے اس کی صراحت فرمائی ہے کہ انسان کی جنس صرف نر اور مادہ میں منحصر ہے، اس کے علاوہ کوئی تیسری جنس شرعاً ثابت نہیں ہے۔ ان میں سے چند آیات کریمہ درج ذیل ہیں:

---

(١) اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء(44/25)

سورۃ النبا اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ ہم نے تمہیں مرد اور عورت کے جوڑوں کی صورت میں پیدا کیا ہے:

{وخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا (٨)}[1]

"اور تمہیں (مرد و عورت کے) جوڑوں کی شکل میں ہم نے پیدا کیا۔"

اسی طرح ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

{ لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ إِنَاثًا وَيَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ الذُّكُورَ (49) أَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَإِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَشَاءُ عَقِيمًا إِنَّهُ عَلِيمٌ قَدِيرٌ (50)}[2]

"سارے آسمانوں اور زمین کی سلطنت اللہ ہی کی ہے، وہ جو چاہتا ہے، پیدا کرتا ہے، وہ جس کو چاہتا ہے، لڑکیاں دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے لڑکے دیتا ہے۔ یا پھر ان کو ملا جلا کر لڑکے بھی دیتا ہے اور لڑکیاں بھی اور جس کو چاہتا ہے بانجھ بنا دیتا ہے۔ یقیناً وہ علم کا بھی مالک ہے قدرت کا بھی مالک۔"

ان آیات کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالی نے انسانوں کو جوڑوں کی صورت میں پیدا فرمایا ہے، بعض کو نر اور بعض کو مادہ پیدا فرمایا ہے۔ نر اور مادہ کے علاوہ کوئی تیسری جنس اللہ تعالی نے پیدا نہیں فرمائی، جیسا کہ حضرات مفسرین نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ حتی کہ حضرات فقہائے کرام نے خنثی، جو نر اور مادہ دونوں کے جنسی اعضاء اور علامات پر مشتمل ہوتا ہے، اس کو بھی غالب علامات کے پیش نظر، نر یا مادہ قرار دے کر، اس پر متعلقہ جنس کے احکام جاری کیے ہیں۔ بلکہ خنثی مشکل، جو مردانہ اور زنانہ دونوں طرح کی جنسی خصوصیات کا حامل ہوتا ہے، اور کسی ایک جانب کو ترجیح دینے کی ظاہری وجہ بھی معلوم نہیں ہوتی، اس کے بارے میں بھی حضرات علمائے کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ خنثی مشکل اگرچہ ہمارے لیے مشکل ہے، تاہم فی الواقع وہ نر یا مادہ ہی ہوتا ہے، اس لیے شریعت مطہرہ میں نر اور مادہ کے علاوہ تیسری جنس کا کوئی تصور موجود نہیں ہے۔

یہ جان کر خوشگوار حیرت ہوتی ہے کہ حضرات مفسرین کرام کے اس دعوی کو آج سائنس درست ثابت کر چکی ہے، چنانچہ اگرچہ سابقہ ادوار میں جسمانی اعضاء اور علامات میں تعارض کی صورت میں خنثی کو کسی بنیاد پر مرد یا عورت کی جنس میں ڈالنا ممکن نہ تھا، تاہم آج کل اگر ظاہری اعضاء اور علامات سے فیصلہ نہ ہو سکے تو الٹرا ساونڈ اور ایم آر آئی کے ذریعے داخلی تولیدی اعضاء کو جانچا جاتا ہے، اور اس کی بنیاد پر خنثی کا فیصلہ ہو جاتا ہے کہ وہ مرد ہے یا

---

(١) [النَّبَإ:8]

(٢) [الشورى: 49، 50]

عورت، تاہم اگر اس صورت میں بھی ابہام رہے تو پھر karyotypingکے ذریعے انسان کے جنسی کروموسومز کو جانچا جاتا ہے، جس سے خنثی کی جنس متعین ہو جاتی ہے۔

بہر حال شرعاً مرد اور عورت کے علاوہ کسی تیسری جنس کا کوئی تصور موجود نہیں ہے، اسی طرح عقلی اور طبّی طور پر بھی واضح ہوا کہ انسان کی جنس مرد اور عورت میں منحصر ہے، ان دونوں کے علاوہ کوئی تیسری جنس نہیں ہے، لہذا مغرب کا مرد اور عورت کے علاوہ دیگر اجناس متعارف کرانا اسلام سے متصادم تو ہے ہی، اس کے علاوہ عقل اور میڈیکل سائنس کی روسے بھی یہ سب باطل ہیں۔ اس سلسلے میں حضرات مفسرین اور فقہائے کرام کی تصریحات ملاحظہ فرمائیں:

١- وقوله تعالى وأنه خلق الزوجين الذكر والأنثى من نطفة إذا تمنى قال أبو بكر لما كان قوله الذكر والأنثى اسم للجنس استوعب الجميع وهذا يدل على أنه لا يخلوا من أن يكون ذكرا أو أنثى وأن الخنثى وإن اشتبه علينا أمره لا يخلو من أحدهما وقد قال محمد بن الحسن إن الخنثى المشكل إنما يكون ما دام صغيرا فإذا بلغ فلا بد من أن تظهر فيه علامة ذكر أو أنثى وهذه الآية تدل على صحة قوله آخر سورة النجم.[1]

٢- المسألة الثالثة: القسم بالذكر والأنثى يتناول القسم بجميع ذوي الأرواح الذين هم أشرف المخلوقات، لأن كل حيوان فهو إما ذكر أو أنثى والخنثى فهو في نفسه لا بد وأن يكون إما ذكرا أو أنثى، بدليل أنه لو حلف بالطلاق، أنه لم يلق في هذا اليوم لا ذكرا ولا أنثى، وكان قد لقي خنثى فإنه يحنث في يمينه.[2]

٣- والخنثى، وإن أشكل أمره عندنا فهو عند الله غير مشكل، معلوم بالذكورة أو الأنوثة، فلو حلف بالطلاق أنه لم يلق يومه ذكرا ولا أنثى، ولقد لقى خنثى مشكلا: كان حانثا، لأنه في الحقيقة إمّا ذكرا أو أنثى، وإن كان مشكلا عندنا[3]

٤- فالخنثى من له آلة الرجال والنساء، والشخص الواحد لا يكون ذكرا وأنثى حقيقة، فإما أن يكون ذكرا، وإما أن يكون أنثى.[4]

---

(١) أحكام القرآن للجصاص ت قمحاوي (5/ 298)

(٢) تفسير الرازي = مفاتيح الغيب أو التفسير الكبير (31/ 182)

(٣) تفسير الزمخشري = الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل (4/ 762)

(٤) بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع (7/ 327)

عن ابن عباس، قال: «لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم، المخنثين من الرجال [ص:144]، والمترجلات من النساء» قال: فقلت: ما المترجلات من النساء؟ قال: «المتشبهات من النساء بالرجال»[1]

خنثیٰ مشکل کے لیے تغییر جنس کا مسئلہ

یہاں تک یہ بات واضح ہو چکی کہ خنثیٰ مشکل بھی خنثیٰ غیر مشکل کی طرح کوئی تیسری جنس نہیں ہے، بلکہ وہ بھی فی الواقع مرد یا عورت ہوتا ہے۔ البتہ یہاں سوال یہ ہے کہ خنثیٰ مشکل کے لیے تغییر جنس کے عنوان سے رائج آپریشن کروانا اور کسی ایک جنس کو اختیار کرنا جائز ہے یا نہیں؟

اس کے جواب میں دو پہلوؤں پر غور کرنے کی ضرورت ہے، ایک یہ کہ خنثیٰ کی جنس کیا ہے؟ یعنی وہ مرد ہے، عورت ہے یا تیسری جنس ہے؟ اگر وہ تیسری جنس ہے تو ظاہر ہے ایسی صورت میں اس کے لیے اس تیسری جنس کو تبدیل کروانا تغییر جنس کے زمرے میں آئے گا، جو ظاہر ہے کہ شرعاً ناجائز اور حرام ہے، لیکن ابھی تفصیل سے معلوم ہوا کہ شریعت کی نظر میں اور فی الواقع خنثیٰ تیسری جنس نہیں ہے، بلکہ مرد یا عورت میں سے ایک ہی ہے۔

اس لیے اب یہ پہلو باقی رہا ہے کہ خنثیٰ مشکل کوئی تیسری جنس تو ہے نہیں، وہ بھی خنثیٰ غیر مشکل کی طرح مرد یا عورت ہی ہے۔ تو اس صورت میں خنثیٰ مشکل کے لیے کوئی ایک جنس اختیار کرنے کے لیے تغییر جنس کے نام رائج آپریشن کروانے کا حکم وہی ہے جو خنثیٰ غیر مشکل کا ہے۔ اور ابھی بتفصیل یہ عرض کیا جا چکا کہ آج کل متعدد طبّی جانچوں کے ذریعے یہ معلوم کرنا ممکن ہو گیا ہے کہ خنثیٰ مشکل کے اندر غالب جنس کی علامات کا ادراک ہو سکتا ہے، لہٰذا اگر طبّی جانچوں کے ذریعے خنثیٰ مشکل کو کسی ایک جنس کے تابع قرار دیا جاتا ہے، تب تو اس کا حکم واضح ہے کہ خنثیٰ غیر مشکل کی طرح اس کے لیے بھی اسی جنس کو اختیار کرنا جائز ہے، اور اس کے لیے اس ساری تفصیل کو سامنے رکھا جائے گا جو خنثیٰ غیر مشکل کی صورت سابق میں عرض کی جا چکی ہے۔

تاہم اگر بالفرض طبّی جانچوں کے نتیجے میں خنثیٰ مشکل، مشکل ہی رہے اور کسی ایک جانب کو ترجیح دینا ممکن نہ ہو، تو ایسی صورت میں سوال باقی رہے گا کہ خنثیٰ مشکل کے لیے ایک جنس اختیار کرنا اور اس کے لیے آپریشن کروانا شرعاً جائز ہو گا یا نہیں؟ اس کے جواب میں بنیادی طور پر تغییر لخلق اللہ والا حکم متوجہ ہو گا، جس کی رو سے اسے

---

(۱) مسند أحمد مخرجا (4/ 143)

بظاہر ناجائز کہا جائے گا، اس لیے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ شرعی نقطہ نظر سے تغییر خلق اللہ کے حکم کو قدرے تفصیل سے دیکھا جائے۔

تغییر خلق اللہ کا مطلب

تغییر خلق اللہ کا حکم دراصل قرآن کریم کی درج ذیل آیت کریمہ سے ماخوذ ہے:

{وَلَأُضِلَّنَّهُمْ وَلَأُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ آذَانَ الْأَنْعَامِ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللَّهِ وَمَنْ يَتَّخِذِ الشَّيْطَانَ وَلِيًّا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُبِينًا (119)} [1]

اس آیت کریمہ میں جانور کے کان کاٹنے کو تغییر خلق اللہ کہا گیا ہے اور اسے ممنوع قرار دیا ہے۔ لیکن حضرات فقہائے کرام نے اس کا حکم صرف جانوروں کے کان کاٹنے تک محدود نہیں قرار دیا ہے بلکہ اس کا مصداق عام قرار دیا ہے۔ لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ تغییر خلق اللہ کا اصل مورد اور مصداق سمجھا جائے تاکہ اس کی روشنی میں خنثیٰ مشکل کا زیر بحث مسئلہ حل ہو سکے۔

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جانوروں کے جسم میں ہر طرح کی تبدیلی تغییر خلق اللہ کے تحت داخل نہیں ہے، کیونکہ خود فقہائے کرام نے حج کے لیے ساتھ لینے والے بدنہ کے جسم کے کسی حصہ کو کاٹنے کا ذکر کیا ہے، جس سے لوگ اسے حج کا بدنہ سمجھ کر ہاتھ نہیں لگاتے۔ تو ظاہر ہے ایسا کرنا جائز ہے اور یہ تغییر خلق اللہ میں نہیں آتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جانوروں کے جسم میں مطلق تبدیلی ممنوع نہیں ہے۔ اور نہ ہی مطلق تبدیلی تغییر خلق اللہ کے زمرے میں آتی ہے۔ تو اب سوال یہ ہے کہ پھر وہ کونسی تبدیلی ہے جو تغییر خلق اللہ کے تحت آتی ہے؟

اس کے لیے مفسرین کرام کی طرف مراجعت کی ضرورت ہے کہ انہوں نے اس کی کیا تفصیل بیان فرمائی ہے، امام طبری رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں تغییر خلق اللہ کی تفسیر میں کافی تفصیل فرمائی ہے، چنانچہ انہوں نے درج ذیل اقوال ذکر کیے ہیں:

القول في تأويل قوله: {وَلآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللَّهِ}

قال أبو جعفر: اختلف أهل التأويل في معنى قوله: "فليغيرن خلق الله".

فقال بعضهم: معنى ذلك: ولآمرنهم فليغيرن خلق الله من البهائم، بإخصائهم إياها. (1)

*ذكر من قال ذلك:

---

(١) [النساء: 119]

10448- حدثنا محمد بن بشار قال، حدثنا عبد الرحمن قال، حدثنا حماد بن سلمة، عن عمار بن أبي عمار، عن ابن عباس: أنه كره الإخصاء وقال: فيه نزلت:"ولآمرنهم فليغيِّرُن خلقَ الله".

10449- حدثنا ابن بشار قال، حدثنا عبد الله بن داود قال: حدثنا أبو جعفر الرازي، عن الربيع بن أنس، عن أنس: أنه كره الإخصاء وقال: فيه نزلت:"ولآمرنهم فليغيرن خلق الله".

10450- حدثنا ابن وكيع قال، حدثنا أبي، عن أبي جعفر، عن الربيع بن أنس، عن أنس بن مالك قال: هو الإخصاء، يعني قول الله:"ولآمرنهم فليغيّرن خلق الله"----------

10453- حدثنا الحسن بن يحيى قال، أخبرنا عبد الرزاق قال، أخبرنا جعفر بن سليمان قال، أخبرني شبيل: أنه سمع شهر بن حوشب قرأ هذه الآية:"فليغيرن خلق الله"، قالالخِصَاء، قال: فأمرت أبا التَّيَّاح فسأل الحسن عن خِصَاء الغنم، فقال: لا بأس به. (1)

10454- حدثنا الحسن قال، أخبرنا عبد الرزاق قال، حدثنا عمي وهب بن نافع، عن القاسم بن أبي بزة قال: أمرني مجاهد أن أسأل عكرمة عن قوله:"فليغيرن خلق الله"، فسألته، فقال: هو الخصاء.

10455- حدثنا ابن وكيع قال، حدثني أبي، عن عبد الجبار بن ورد، عن القاسم بن أبي بزة قال، قال لي مجاهد: سل عنها عكرمة:"ولآمرنهم فليغيرن خلق الله"، فسألته فقال: الإخصاء= قال مجاهد: ما له، لعنة الله! فوالله لقد علم أنه غير الإخصاء= ثم قال: سله، فسألته فقال عكرمة: ألم تسمع إلى قول الله تبارك وتعالى: (فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ)[1]

یعنی بعض حضرات نے اس کا مصداق ''اختصاء''یعنی خصی ہونے کو قرار دیا ہے اور اس پر مندرجہ بالا روایات سے استدلال کیا ہے جس میں آیت کریمہ کا شان نزول اسی کو قرار دیا گیا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ تغییر خلق اللہ کا مصداق ''دین اللہ'' کی تبدیلی ہے،ان حضرات نے ان روایات سے استدلال کیا ہے:

وقال آخرون: معنى ذلك: ولآمرنهم فليغيرن دينَ الله.

---

(١) تفسير الطبري = جامع البيان ت شاكر (9/ 215)

*ذكر من قال ذلك:

10463- حدثني المثنى قال، حدثنا عبد الله بن صالح قال، حدثني معاوية، عن علي، عن ابن عباس قوله:"ولآمرنهم فليغيرن خلق الله"، قال: دين الله.

10464- حدثنا ابن بشار قال، حدثنا عبد الرحمن وأبو أحمد قالا حدثنا سفيان، عن قيس بن مسلم، عن إبراهيم:"ولآمرنهم فليغيرن خلق الله"، قال: دين الله.

10465- حدثنا ابن بشار قال، حدثنا يحيى بن سعيد قال، حدثنا سفيان قال، حدثني قيس بن مسلم، عن إبراهيم، مثله.

10466- حدثنا أبو كريب قال، حدثنا أبو نعيم، عن سفيان، عن قيس بن مسلم، عن إبراهيم، مثله.

10467- حدثنا ابن حميد قال، حدثنا جرير، عن مغيرة، عن إبراهيم، مثله.

10468- حدثنا الحسن بن يحيى قال، أخبرنا عبد الرزاق قال، حدثنا عمي، عن القاسم بن أبي بزة قال، أخبرت مجاهدًا بقول عكرمة في قوله:"فليغيرن خلق الله"، قال: دين الله.

10469- حدثني المثنى قال، حدثنا مسلم بن إبراهيم قال، حدثنا هارون النحوي قال، حدثنا مطر الوراق قال: ذكرت لمجاهد قول عكرمة في قوله: "فليغيرن خلق الله"، فقال: كذب العبْدُ! "ولآمرنهم فليغيرن خلق الله"، قال: دين الله. (1)

10470- حدثنا ابن وكيع وعمرو بن علي قالا حدثنا أبو معاوية، عن ابن جريج، عن القاسم بن أبي بزة، عن مجاهد وعكرمة قالا دين الله.

10471- حدثنا ابن وكيع قال، حدثنا المحاربي وحفص، عن ليث، عن مجاهد قال: دين الله. ثم قرأ: (ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ) ، [سورة الروم: 30] .

10472- حدثنا محمد بن عمرو وعمرو بن علي قالا حدثنا أبو عاصم، عن عيسى، عن ابن أبي نجيح، عن مجاهد في قوله:"فليغيرن خلق الله"، قال: الفطرة دين الله.

10473- حدثني المثنى قال، حدثنا أبو حذيفة قال، حدثنا شبل، عن ابن أبي نجيح، عن مجاهد:"فليغيرن خلق الله"، قال: الفطرة، الدين.

10474- حدثنا القاسم قال، حدثنا الحسين قال، حدثني حجاج قال، قال ابن جريج، أخبرني عبد الله بن كثير: أنه سمع مجاهدًا يقول:"ولآمرنهم فليغيرن خلق الله"، قال: دين الله.

10475- حدثنا بشر بن معاذ قال، حدثنا يزيد قال، حدثنا سعيد، عن قتادة:"ولآمرنهم فليغيرن خلق الله"، أي: دين الله، في قول الحسن وقتادة.

10476- حدثنا الحسن بن يحيى قال، أخبرنا عبد الرزاق قال، أخبرنا معمر، عن قتادة في قوله:"فليغيرن خلق الله"، قال: دين الله.

10477- حدثني المثنى قال، حدثنا إسحاق قال، حدثنا إسماعيل بن عبد الملك، عن عثمان بن الأسود، عن القاسم بن أبي بزة في قوله:"فليغيرن خلق الله"، قال: دين الله.[1]

تیسرا قول یہ ہے کہ تغییر خلق اللہ سے مراد "وشم" ہے، اس قول کے دلائل درج ذیل ہیں:

وقال آخرون: معنى ذلك:"ولآمرنهم فليغيرن خلق الله" بالوشم.

*ذكر من قال ذلك:

10483- حدثنا عمرو بن علي قال، حدثنا عبد الرحمن بن مهدي قال،تفسير الطبري = جامع البيان ت شاكر (9/ 221)

حدثنا حماد بن سلمة، عن يونس، عن الحسن في قوله:"ولآمرنهم فليغيرن خلق الله"، قال: الوشْم.

10484- حدثنا ابن وكيع قال، حدثنا يزيد، عن نوح بن قيس، عن خالد بن قيس، عن الحسن:"فليغيرن خلق الله"، قال: الوشم. (1)

10485- حدثنا القاسم قال، حدثنا الحسين قال، حدثني هشيم قال، أخبرنا يونس بن عبيد أو غيره، عن الحسن:"فليغيرن خلق الله"، قال: الوشم.

10486- حدثنا أحمد بن حازم قال، حدثنا أبو نعيم قال، حدثنا أبو هلال الراسبي قال: سأل رجل الحسنَ: ما تقول في امرأة قَشَرت وجهها؟ قال: ما لها، لعنها الله! غَيَّرت خلقَ الله! (2)

---

(١) تفسير الطبري = جامع البيان ت شاكر (9/ 218)

10487- حدثني أبو السائب قال، حدثنا أبو معاوية، عن الأعمش، عن إبراهيم قال: قال عبد الله: لعن الله المُتَفَلِّجات والمُتَنَمِّصات والمُسْتَوْشِمَات المغَيِّرات خلق الله.

10488- حدثنا محمد بن بشار قال، حدثنا عبد الرحمن قال، حدثنا سفيان، عن منصور، عن إبراهيم، عن علقمة، عن عبد الله قال: لعن الله الوَاشِرَات والمُسْتَوْشِمَات والمُتَنَمِّصات والمُتَفَلِّجات للحسن المغَيِّرات خلق الله.[1]

آگے جاکر امام طبری فرماتے ہیں کہ ان سب میں ''دین اللہ'' والے قول کو ترجیح حاصل ہے اور فرماتے ہیں کہ باقی تمام اقوال اس معنی کو شامل ہیں کیونکہ وہ سب گناہ کے معنی میں ہیں جو دین کے مناہی کے تحت آتے ہیں:

قال أبو جعفر: وأولى الأقوال بالصواب في تأويل ذلك، قولُ من قال: معناه:"ولآمرنهم فليغيرن خلق الله"، قال: دين الله. وذلك لدلالة الآية الأخرى على أن ذلك معناه، وهي قوله: (فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ)، [سورة الروم: 30].

وإذا كان ذلك معناه، دخل في ذلك فعل كل ما نهى الله عنه: من خِصَاءِ ما لا يجوز خصاؤه، ووشم ما نهى عن وشمه وَوشْرِه، وغير ذلك من المعاصي= ودخل فيه ترك كلِّ ما أمر الله به. لأن الشيطان لا شك أنه يدعو إلى جميع معاصي الله وينهى عن جميع طاعته. فذلك معنى أمره نصيبَه المفروضَ من عباد الله، بتغيير ما خلق الله من دينه.[2]

امام بغوی رحمہ اللہ نے تغییر خلق اللہ کی تفسیر میں درج ذیل اقوال ذکر کیے ہیں:

وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ آذانَ الْأَنْعامِ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللَّهِ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَالْحَسَنُ ومجاهد وقتادة وَسَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَالضَّحَّاكُ: يَعْنِي دِينَ اللَّهِ، نَظِيرُهُ قَوْلُهُ تَعَالَى:

لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ [الرُّومِ: 30] أَيْ: لِدِينِ اللَّهِ، يُرِيدُ وَضْعَ اللَّهِ فِي الدِّينِ بِتَحْلِيلِ الْحَرَامِ وَتَحْرِيمِ الْحَلَالِ، وَقَالَ عِكْرِمَةُ وَجَمَاعَةٌ مِنَ الْمُفَسِّرِينَ: فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللَّهِ بِالْخِصَاءِ وَالْوَشْمِ وَقَطْعِ الْآذَانِ حَتَّى حَرَّمَ بَعْضُهُمُ الْخِصَاءَ وَجَوَّزَهُ بَعْضُهُمْ فِي الْبَهَائِمِ، لِأَنَّ فِيهِ غَرَضًا ظَاهِرًا، وَقِيلَ: تَغْيِيرُ خَلْقِ اللَّهِ هُوَ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى خَلَقَ الْأَنْعَامَ لِلرُّكُوبِ وَالْأَكْلِ فَحَرَّمُوهَا، وَخَلَقَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ

---

(١) تفسير الطبري = جامع البيان ت شاكر (9/ 220)

(٢) تفسير الطبري = جامع البيان ت شاكر (9/ 222)

وَالْأَحْجَارَ لِمَنْفَعَةِ الْعِبَادِ فَعَبَدُوهَا مِنْ دُونِ اللهِّ، وَمَنْ يَتَّخِذِ الشَّيْطَانَ وَلِيًّا مِنْ دُونِ اللهِّ أَيْ: رَبًّا يُطِيعُهُ، فَقَدْ خَسِرَ خُسْراناً مُبِيناً.[1]

تقریباً یہی اقوال متعدد دیگر حضرات مفسرین نے بھی ذکر کیے ہیں۔ امام ابن عطیہ رحمہ اللہ نے بھی یہی تمام اقوال اور روایات ذکر کرنے کے بعد بڑی اہم بات فرمائی ہے جو تغییر خلق اللہ کے مفہوم کے لیے ایک ضابط کلی کی حیثیت رکھتی ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

وملاك تفسير هذه الآية: أن كل تغيير ضار فهو في الآية، وكل تغيير نافع فهو مباح،[2]

یعنی ہر وہ تغییر جو ضرر رساں ہو اور کسی منفعت کا ذریعہ نہ ہو تو وہ تغیر خلق اللہ میں داخل ہے اور ناجائز ہے، جبکہ ہر وہ تغییر جو نافع ہو وہ اس میں داخل نہیں۔ اس توجیہ پر سارے اقوال میں تطبیق بھی ہو جاتی ہے اور اس توجیہ پر آیت کا ایک کلی مصداق بھی متعین ہو جاتا ہے جس سے احکام کی تعیین میں آسانی ہو جاتی ہے۔

اس توجیہ پر دیکھا جائے تو ہمارا زیر بحث مسئلہ بآسانی حل ہو جاتا ہے، کیونکہ اس کی رو سے کوئی مفید اور نافع تبدیلی جائز ہے، اور ظاہر ہے کہ خنثی مشکل کے لیے ایک جنس اختیار کرنا نافع ہی ہے، کیونکہ اس کے بعد وہ ایک کامل جنس والے انسان کی طرح عزت کی زندگی گزار سکتا ہے، اور متعدد سماجی مشکلات سے بچ کر عزت کی زندگی گزار سکتا ہے۔ اس لیے اس تفصیل کی روشنی میں خنثی مشکل کے لیے کوئی ایک جنس اختیار کرنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔ واللہ تعالی اعلم

﴿واللہ تعالی ھو الموفق و المعین﴾

---

(١) تفسير البغوي – إحياء التراث (1/ 703)

(٢) تفسير ابن عطية = المحرر الوجيز في تفسير الكتاب العزيز (115/2)